چاند کی تسخیر قرآن کی نظر میں

چند آفاقی دلائل کا جائزہ

مولوی محمد شہاب الدین صاحب ندوی، بنگلوری
(اسلامیہ لائبریری چک بانا ور۔ بنگلور نارتھ)

(۳)

انسان قوانین قدرت کا ہر حال میں پابند

انسان خواہ چاند پر پہونچ جائے یا زہرہ اور مریخ وغیرہ پر، وہ اپنی بندگی یا قانونِ فطرت (LAW OF NATURE) کی پابندی سے آزاد نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اس کے برعکس کچھ مزید الجھنوں اور بندھنوں میں گرفتار ہو جاتا ہے مثلاً شہابِ ثاقب اور کائناتی شعاعوں کی ہلاکت خیزی سے محفوظ رہنے کے لیے ایک دفاعی خول (خلائی لباس) کا انتظام، خلا میں ہوا کا دباؤ برقرار رکھنے کا انتظام، بے انتہا گرمی یا سردی سے حفاظت کا انتظام، آکسیجن کا انتظام، خور و نوش کا انتظام اور آپس کی گفتگو کے لیے ایک پیچیدہ قسم کی شنری کا انتظام وغیرہ وغیرہ۔

پھر ہنگامی حالات سے نپٹنے کے لیے خلابازوں کو برسوں ٹریننگ دی جاتی ہے اور سخت قسم کی مشقیں کرائی جاتی ہیں، کیونکہ خلاؤں کا سفر کوئی آسان بات یا کھیل تماشہ نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ "دربار الٰہی" سے نسبتاً جس قدر قرب بڑھتا جائے گا "شاہی آداب" میں بھی مزید اضافہ ہو جائے گا۔ یہ ہے وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ (زمین اور آسمانوں میں جو کچھ بھی ہے سب اسی کا ہے اور سب اسی کے آگے جھکے ہوئے ہیں) کا دولہ انگیز نظارہ اور اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (زمین اور آسمانوں میں بے شمار نشانات قدرت بکھرے ہوئے

ہیں) کا ایمان افروز مشاہدہ۔

ان منکرین خدا کے دل اگرچہ خدا کے وجود کا انکار کردیں مگر خود ان کا ایک ایک رواں پکار پکار کر خدائی عظمت وجلال کا صاف صاف اعتراف کر رہا ہے۔ اسی لیے فرمایا:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ۔	اور ہم نے ارض وسما اور ان دونوں کے درمیانی مظاہر (فضاؤں اور خلاؤں کو) کھیل کود میں نہیں پیدا کیا ہے۔ (انبیاء ۱۶)
وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ۔	زمین اور آسمانوں (دیگر سیاروں) میں کتنے ہی ایسے واضح نشانات ہیں جن پر سے یہ لوگ آنکھیں بند کرکے گزر جاتے ہیں۔ (یوسف: ۱۰۵)
وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ۔	اور اسی طرح ہم نے (اپنی کتاب میں) کھلی کھلی نشانیاں اور دلائل اتار دیے ہیں۔ اور اللہ اسی کی رہبری کرتا ہے جو (راہ یابی کا) ارادہ کرے۔ (حج: ۱۶)
هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ۔	یہ نوع انسانی کے لیے اسباق ہیں اور یقین کرنے والوں کے لیے ہدایت و رحمت (جاثیہ: ۲۰)

شرک جدید اور اس کا ابطال

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ انسان خلیفہ اور مختار ہونے نیز مادہ اور اس کی قوتوں پر قابو پانے کے باوجود ایک دوسری حیثیت سے بہت ہی مجبور و بے بس بھی ہے اور قدم قدم پر قوانین قدرت یا طبعی و فطری ضوابط کی پابندیوں میں پوری طرح جکڑا ہوا ہے جن میں ذرا سی بھی چوک اس کے چیتھڑے اڑا سکتی یا تحت الثریٰ پہونچا سکتی ہے۔ پھر ان بے کراں خلاؤں میں اس کی کوئی یا ضابطہ تکفین و تدفین بھی عمل میں نہیں آسکتی۔

غرض ایک طرف انسان مختار ہے تو دوسری طرف مجبور و درماندہ بھی۔ اور حکیم مطلق نے

اس کو کلی اختیارات اس بنا پر عطا نہیں کئے ہیں کہ یہ ذرّۂ خاک کہیں خدائی دعویدار نہ بن جائے بلکہ اس کو اپنی مجبوری و درماندگی کا ہمیشہ قوی احساس ہوتا رہے۔ لہٰذا آج سائنسدانوں یا خلا بازوں کو مختارِ کل یا قادرِ مطلق سمجھ بیٹھنا بھی شرک میں داخل اور مشرکانہ فعل متصور ہوگا۔ کیونکہ شرک صرف یہی نہیں ہے کہ کسی کے آگے سرِ نیاز جھکا دیا جائے بلکہ یہ بھی شرک ہی ہے کہ خدا کے علاوہ کسی اور کو بھی مختارِ کل تصور کر لیا جائے۔ اسی لیے فرمایا:

وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ۔

اور جن لوگوں کو تم خدا کے ماسوا پکار رہے ہو (خدائی اختیارات سے متصف سمجھ رہے ہو) وہ (اس کائنات میں) ایک رتی برابر چیز کے بھی (حقیقی) مالک نہیں ہیں (فاطر: ۱۳)

قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَھُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ اِیْتُوْنِیْ بِکِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ ھٰذَآ اَوْ اَثٰرَۃٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔

کہہ دو کہ ہاں جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، ذرا دکھاؤ تو سہی انھوں نے زمین (یا زمین کے مادہ) سے کیا کیا چیزیں پیدا کی ہیں؟ یا آسمانوں (و دیگر سیاروں کے مظاہر) میں ان کا کون سا حصہ ہے؟ اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا کوئی علمی دستاویز پیش کرو (احقاف: ۴)

قرآن مجید میں ہر دور کی نمائندگی ملحوظ رکھی گئی ہے۔ اور شرک صرف دورِ جہالت ہی کی یادگار نہیں بلکہ عصرِ حاضر کی مادہ پرستی (MATERIALISM) بھی ــ علمی حیثیت سے اگرچہ اس کا پایہ کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو ــــ دراصل شرک ہی کی ایک قسم ہے۔ کیونکہ وہ صرف سائنس کو مختارِ کل اور مقتدرِ اعلیٰ تصور کرتی ہے اور اس کے علاوہ کسی دوسری برتر ہستی کے وجود کی قائل نہیں۔ لہٰذا شرک کا اطلاق مادیت پر نہ ہوگا تو پھر کس پر ہوگا؟

سورۂ احقاف کی مذکورہ بالا آیت میں دراصل قدیم و جدید ہر قسم کے مشرکین کی خبر لی گئی ہے اور انہیں خوب لتاڑا گیا ہے، کیونکہ نقلی دلیل (اِیْتُوْنِیْ بِکِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ ھٰذَآ) قدیم مشرکین سے

طلب کی گئی ہے اور علمی وآفاقی دلیل (اَثَارَۃٌ مِنْ عِلْمٍ) جدید مشرکین سے، جو علم وتحقیق کے نام پر غل غپاڑہ مچایا کرتے ہیں۔ بہرحال حسبِ ذیل آیات میں انسانی بے چارگیوں کی بڑی اچھی تصویر کشی کی گئی ہے جن میں جدید سائنسداں بھی شامل ہیں، جن کو آج ایک دنیا دیوتا سمجھ کر ــــ اپنی زبانِ حال سے ــــ دھڑا دھڑ پوج رہی ہے:

اَلَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَہٗ تَقْدِیْرًا ۝ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اٰلِھَۃً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِکُوْنَ لِاَنْفُسِھِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا یَمْلِکُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوۃً وَّلَا نُشُوْرًا

وہ (ذات بابرکت) جس کے دستِ قدرت میں زمین وآسمانوں کی ساری بادشاہت ہے، جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا (جیسا کہ عیسائیوں کا مہمل عقیدہ ہے) اور (کائنات کی) بادشاہت میں اس کا کوئی شریک وسہیم نہیں ہے۔ (جیسا کہ مشرکین تصور کئے بیٹھے ہیں چنانچہ ان تمام بے تکے اور مہمل عقائد کے ابطال کی دلیل یہ ہے کہ) اس نے (اس عالم رنگ وبو کی) ہر چیز پیدا کی اور ہر چیز کا ایک (طبعی وفطری) ضابطہ مقرر کیا (جس کے مطابق تمام چیزیں رواں دواں ہیں۔ چنانچہ ان مظاہر کائنات کے اصول وضوابط میں عدم انتشار ابطال شرک کی دلیل ہے۔ مگر) ان لوگوں نے ایسی (محیر العقول) ہستی کو چھوڑ کر ایسے (کمزور وناتواں) لوگوں کو الٰہ بنا رکھا ہے جو (حقیقتاً) کوئی بھی چیز پیدا نہیں کرتے، بلکہ درحقیقت وہ خود کسی اور کی قوت تخلیق کا نتیجہ ہیں، اور پھر (کسی چیز کو پیدا کرنا تو بہت دور کی بات ہے) یہ اپنے نفع ونقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے، اور نہ موت کا اختیار رکھتے ہیں، نہ زندگی کا، نہ دوبارہ اٹھ کھڑے ہونے کا۔ (فرقان: ۲-۳)

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْهُ تَکْبِیْرًا

اور کہہ دو کہ تعریف کا اصل مستحق صرف اللہ ہے جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا، نہ حکومت میں کوئی اسکا شریک ہے اور نہ وہ عاجز ہے کہ کوئی اس کا پشتیبان ہو (لہٰذا ایسے زبردست خدائے برتر کی) خوب بڑائیاں بیان کرو (بنی اسرائیل : ۱۱۱)

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ

یہ اللہ کی آیتیں ہیں جن کو ہم ٹھیک (مطابقت کے ساتھ) پڑھ کر سنا رہے ہیں۔ پس اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد یہ لوگ آخر کس چیز پر ایمان لائیں گے؟ (جاثیہ : ٦)

انسانی ارادوں کی شکست و ریخت

مذکورہ بالا مباحث سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو گئی کہ انسان اس کائنات میں پوری طرح آزاد نہیں ہے کہ جو چاہے کرے اور جو چاہے نہ کرے۔ بلکہ اس کی آزادی محدود ہے اور اس کے قدموں میں عبدیت یا تکوینی ضوابط کی بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں۔ درحقیقت انسان کی حیثیت اس وسیع کائنات میں ایک معمولی تنکے سے زیادہ نہیں ہے۔ جس کے ارادوں کو بسا اوقات ناکامی کا سامنا ہوتا ہے اور اس کے عزائم کی شکست و ریخت ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

عرفت ربی بفسخ العزائم

(میں نے اپنے رب کو میرے ارادوں کی ناکامی سے پہچانا ہے) اور ارشاد باری ہے :۔

وَاللّٰهُ یَقْضِیْ بِالْحَقِّ، وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَقْضُوْنَ بِشَیْءٍ۔ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔

اور اللہ (ہر معاملے کا) ٹھیک فیصلہ کرتا ہے، اور جن ہستیوں کو یہ لوگ خدا کے ماسوا پکارتے ہیں وہ کسی بات کا فیصلہ نہیں کر سکتے، بیشک اللہ ہی سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے (مومن : ۲۰)

آیت بالا سے اس حقیقت پر بھی روشنی پڑ گئی کہ خدا کے سوا کسی اور کے متعلق یہ گمان رکھنا بھی شرک ہے کہ وہ جو چاہے کرسکتا ہے۔ اب یہ وہم وگمان خواہ کسی دیوی دیوتا کے متعلق ہو یا جدید خدایانِ فرنگ (سائنسدانوں) کے متعلق، وہ ہر حال میں شرک ہوگا۔

یہ ایک مسلمہ اور بدیہی حقیقت ہے کہ انسان کی روزمرہ زندگی میں اس کے ارادوں کو اکثر ناکامیوں سے واسطہ پڑتا ہے یا اس کے فیصلوں کو شکست وریخت کا سامنا ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً ابھی ہم نے کسی کام کے کرنے کا ارادہ کیا مگر تھوڑی ہی دیر بعد کسی دشواری کی بنا پر اپنا پروگرام منسوخ کرنا پڑا۔ یہی چیز سائنسی دنیا کا بھی معمول ہے۔ مثلاً خلائی پروازوں میں ہزاروں قسم کی ٹیکنیکل دشواریاں پیش آتی رہتی ہیں، جن کی مسلسل جانچ پڑتال ہوتی رہتی ہے۔ اور کسی معمولی سی خرابی کے باعث بعض اوقات عین وقت پر پرواز منسوخ کردینی پڑتی ہے۔ اسی پر دوسری چیزوں کو بھی قیاس کر لیجئے۔ اب یہ صرف خدائی شان ہے کہ وہ جب کسی بات کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو کسی اہتمام کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ وہ صرف اتنا کہتا ہے کہ "ہوجا" اور وہ چیز ہوجاتی ہے:

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ. فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ.	اس کا معاملہ تو صرف اتنا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اتنا کہتا ہے: "ہوجا" تو وہ چیز ہوجاتی ہے پس پاک ہے وہ جس کے دستِ قدرت میں ہر چیز کی نکیل ہے اور تم اسی کے پاس بھیجے جارہے ہو۔ (یٰسین: ۸۲۔۸۳)
ذٰلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ.	یہ ہیں (وہ حیرت انگیز) آیات اور حکمت سے بھرپور تذکرہ جس کو ہم پڑھ کر سنا رہے ہیں (آل عمران: ۵۸)

انسان نظام کائنات میں کوئی تبدیلی نہیں لاسکتا!

انسان خواہ زمین پر رہے یا دوسرے سیاروں پر پہونچ جائے، وہ کسی حال میں خدائی انتظام یا کائنات کی بنیادی مشنری میں کوئی تبدیلی نہیں لاسکتا، اور فطری وطبعی قوانین کو بدل نہیں سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ صاف صاف فرماتا ہے:

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا	(اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور ہر چیز کا ایک (طبعی وفطری) ضابطہ مقرر کیا (جس سے کوئی بھی چیز تجاوز نہیں کر سکتی (فرقان : ۲)
رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ۔	ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی (مخصوص نوعی) ساخت عطا کی پھر اس کو (اپنے مخصوص ضابطہ پر چلنے کی) توفیق بخشی۔ (طٰہٰ : ۵۰)
سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى۔ الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ۔ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ۔	پاکی بیان کرو اپنے اُس رب برتر کی جس نے (تمام مخلوقات کو) پیدا کیا پھر (ان تمام کا جسمانی اعتبار سے) تسویہ کیا (مناسب وموزوں اعضاء عطا کئے) اور (ہر ایک کا ایک نوعی ضابطہ) مقرر کیا پھر ہر ایک کو (اسی ضابطے کے مطابق چلنے کی) توفیق دی۔ (سورۃ اعلیٰ)
اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ۔	اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز کا وہی نگران ہے۔ (زمر : ۶۲)

اس لحاظ سے انسان خدا کے مقرر کردہ فطری حدود وضوابط میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں لا سکتا۔ مثلاً وہ ہواؤں کا رخ نہیں موڑ سکتا، بارش اور بادلوں کے نظام کو بدل نہیں سکتا، دن رات کے نظام میں کوئی تبدیلی نہیں لا سکتا، آفتاب وماہتاب کے ضوابط کو متاثر نہیں کر سکتا، پروٹین اور کاربوہائیڈریٹ کے علاوہ کسی دوسری چیز (جمادات وغیرہ) کو غذا نہیں بنا سکتا، آکسیجن سے خالی کسی فضا میں سانس نہیں لے سکتا، خواہ یہ فضا حقیقی ہو یا مصنوعی، وقس علیٰ ھٰذا۔ غرض خلاقِ عالم اور حکیم مطلق نے جس جس چیز کا جو جو ضابطہ مقرر کر دیا ہے انسان اس کو کسی حال میں توڑ نہیں سکتا۔

اس میں راز یہ ہے کہ یہ سارے انتظامات براہِ راست خدائی امور یا نظامِ ربوبیت سے

تعلق رکھتے ہیں، جن میں انسان قطعاً دخل نہیں دے سکتا۔ بالفاظ دیگر انسان ہمیشہ انسان تھا، انسان ہے اور ہمیشہ صرف انسان ہی رہے گا، کبھی خدا یا رب نہیں بن جائے گا، خواہ وہ زمین پر رہے یا چاند ستاروں پر پہونچ جائے۔ غرض یہی وہ ابدی و سرمدی حقیقت اور قطعی و فیصلہ کن دلیل تھی جس کے ذریعہ حضرت ابراہیمؑ نے نمرود جیسے خدائی دعویدار کو مبہوت و ششدر کر کے اسکا ناطقہ بند کر دیا

فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ ؕ

بس اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، لہذا (اگر تجھ کو خدائی دعویٰ ہے) تو اس کو مغرب سے نکال لا۔ پس وہ کافر مبہوت ہو گیا (بقرہ: ۲۵۸)

اس موقع پر حضرت ابراہیمؑ نے مثال کے طور پر صرف سورج کا ذکر کیا ہے، ورنہ درحقیقت کائنات کی پوری مشنری اور اس کے کل کل پرزوں کا بھی یہی حال ہے: چنانچہ جہاں پر آفتاب و ماہتاب کی تسخیر کا ذکر کیا گیا ہے وہیں خصوصیت کے ساتھ اس حقیقت کی نقاب کشائی بھی کر دی کہ ان میں سے ہر ایک جرم فلکی اپنے مقررہ ضابطہ کے مطابق جاری و ساری رہے گا۔

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۔

اور اس نے تمہارے لیے آفتاب و ماہتاب کو کام میں لگایا، اس حال میں کہ وہ ایک دستور پر چلتے رہیں گے (ابراہیم)

اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: (۱) اس نے تمہارے فائدے کی خاطر ان اجرام سماوی کو ایک مقررہ نظام پر چلنے والا بنایا۔ (۲) اس نے ان دونوں کو تمہارے کام میں لگایا اور انہیں تمہارے بس میں کر دیا، اس حال میں کہ تم ان میں ودیعت شدہ نعمتوں سے تو مستفید ہو سکتے ہو مگر تمہاری کسی "حرکتوں" سے ان کا نظام متاثر نہیں ہوگا۔ مطلب یہ کہ اگر تم چاند ستاروں پر پہونچ کر ان کا نظام درہم برہم کرنا بھی چاہو تو نہ کر سکو گے، کیونکہ یہ تمام اجرام ایک خدائی ضابطے اور "اَجَلٍ مُّسَمًّى" کے پابند ہیں، اور جب تک اذنِ الٰہی نہ ہو وہ اپنے ضابطے سے ذرا بھی ہٹ نہیں سکیں گے۔ اس سے انسان کو دراصل یہ احساس دلانا مقصود ہے کہ وہ دراصل

کسی اور کی سلطنت و قلمرو میں رہتا بستا ہے، اور وہ اتنا عاجز و درماندہ ہے کہ کسی چیز پر اس کا زور اور بس نہیں چل سکتا۔ جیسا کہ ایک اور موقع پر فرمایا:

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى، ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ ط

اور اُس نے آفتاب و ماہتاب کو مسخر کیا، ان میں سے ہر ایک ایک مقررہ وقت تک چلتا ہے، یہی ہے اللہ جو تمہارا رب ہے، (ساری کائنات کی) بادشاہی اُسی کی ہے، اور جن لوگوں کو تم اُس کے ماسوا پکارتے ہو وہ ایک رتی برابر بھی کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے (فاطر: ۱۳)

یہ ہیں کتاب خداوندی کے حیرت انگیز معانی و مطالب۔ آپ اس کتاب دانش کے مضامین میں جتنی گہری نظر ڈالیں گے اُس کے اسرار و معارف بھی اسی قدر کھلتے چلے جائیں گے۔

ذٰلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ۔

یہ ہے (وہ کلام جس کی انوکھی) آیات اور حکمت سے بھرپور تذکرہ ہم پڑھ کر سنا رہے ہیں (آل عمران: ۵۸)

اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ۔

تیرے پاس ہم نے یہ کتاب یقیناً (بالکل) مطابقت کے ساتھ بھیجی ہے۔ (زمر: ۲)

اَفَبِهٰذَا الْحَدِيثِ اَنْتُمْ مُدْهِنُونَ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ۔

کیا تم اس کلام کو سرسری سمجھ کر نظر انداز کر رہے ہو؟ اور اس کو جھٹلانا اپنا شعار بنا رکھے ہو؟ (واقعہ: ۸۱-۸۲)

زمین اور چاند کی سرزمینوں میں قدرت و ربوبیت کے نظارے

ہماری زمین کے چاروں طرف سیکڑوں میل کی بلندی تک ہوا پائی جاتی ہے جس کو ہوائی کرہ یا فضائی غلاف کہتے ہیں۔ اس قسم کا فضائی غلاف کرۂ قمر پر موجود نہیں ہے۔ کرۂ ارض و قمر اور دیگر سیاروں کے یہ طبعی اختلافات وجودِ باری کی ایک زبردست دلیل ہے۔ کیونکہ اگر یہ کائنات محض بخت و اتفاق کا نتیجہ ہوتی تو پھر لازمی تھا کہ ان تمام کروں کے حالات و کوائف تقریباً یکساں ہوتے۔ یا کم از کم زہرہ، زمین اور مریخ پر ہوا پانی وغیرہ پائے جاتے۔ مگر امریکی سائنسدانوں کے تازہ ترین بیان کے مطابق مریخ میں

زندگی مفقود ہے کیونکہ اب تک کی تحقیقات کے مطابق وہاں پر آکسیجن اور ہائیڈروجن کا وجود نہیں ہے، جو زندگی کے لیے انتہائی ضروری عناصر ہیں اور جن کے بغیر کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا۔

آخر یہ کیا بات ہے کہ ایک سیارے پر فضائی کرہ اور پانی یا آکسیجن اور ہائیڈروجن وغیرہ پائے جائیں اور دوسرا کرہ ان تمام بنیادی لوازمات سے یکسر محروم ہو جائے؟ حالانکہ ان تمام اجرامِ سماوی کی تعمیر و تشکیل بالکل یکساں قسم کے مادہ سے ہوئی ہے۔ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ نظام شمسی کے تمام سیارے ایک ہی قسم کے حادثے کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ یعنی یہ تمام سورج ہی کے بچے ہیں جو اس کے جسم سے ٹوٹ کر الگ الگ کرے بن گئے ہیں۔ اس لحاظ سے جب ان کا مادہ اور مایۂ خمیر بالکل ایک ہے تو پھر بعض عناصر کے وجود و عدم وجود میں اختلاف کیوں؟ واضح رہے کہ اس موقع پر سورج سے فاصلے کی کمی بیشی خارج از بحث ہے۔ کیونکہ اس سے صرف موسم کے تغیرات پر استدلال کیا جا سکتا ہے نہ کہ اختلافِ عناصر سے۔ بہر حال آپ اس موضوع پر جتنی بھی دماغ سوزی کیجئے آپ کی حیرتوں میں اضافہ ہی ہوتا جائے گا۔ اور جب تک کہ آپ ایک مسبب الاسباب ہستی کا وجود تسلیم نہیں کریں گے کائنات مزید پر اسرار بنتی چلی جائے گی۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ زمین سے اوپر چند سو میل تک ہوا پائی جاتی ہے۔ اب اس سلسلے میں سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ فضائی کرہ زمین کی گولائی کے ساتھ ساتھ بالکل اس سے لگا لپٹا کس طرح قائم و دائم ہے؟ جبکہ زمین مسلسل اپنی کیل اور اپنے مدار میں انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ گردش کر رہی ہے؛ یہ فضائی کرہ زمین کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ کیوں نہیں جاتا؛ یا تحلیل ہو کر خلاؤں کا جزو کیوں نہیں بن جاتا؛ اس کے پیروں میں آخر کس چیز کی بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں جبکہ وہ صراحتاً تمام بندھنوں سے آزاد نظر آتا ہے؛ اب وہ کون ہستی ہے جو اس کو زمین کا ساتھ نہ چھوڑنے پر مجبور کر رہی ہے۔؛ ظاہر ہے کہ کوئی سائنسداں اس قسم کے مسائل کی صحیح توجیہہ و تعلیل نہیں کر سکتا۔ اور ایک ذاتِ برتر ہستی کا وجود تسلیم کئے بغیر اس قسم کے معمے

کبھی حل نہیں ہو سکتے اسی لیے فرمایا:

اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۔	ایمان لانے والوں کے لیے زمین و آسمانوں (اجرام فلکی) میں (خدا کے وجود اور اس کی قدرت و ربوبیت کے) واضح نشانات موجود ہیں (جاثیہ : ۳)

اس کا ایک مطلب یہ بھی لیا جا سکتا ہے کہ کرہ ارض اور ان اجرام سماوی کے تقابل میں قدرت و ربوبیت کی واضح جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا:

وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ۔	اور تمہارے لیے زمین میں ایک وقت خاص تک جائے قرار اور سامان زندگی مہیا کیا گیا ہے (بقرہ:)

اس موقع پر مستقر اور متاع کے الفاظ انتہائی اہم اور قابل توجہ ہیں اور کرہ قمر کے طبعی حالات کو دیکھتے ہوئے (جہاں پر انسان منتقل ہونے کی کوشش کر رہا ہے) بڑے معنی خیز معلوم ہوتے ہیں۔ تسخیر قمر سے قبل ان الفاظ کا حقیقی مفہوم کب واضح ہو سکتا تھا؛ چنانچہ تسخیر قمر سے یہ بات پوری طرح واضح ہو چکی ہے کہ چاند میں کشش ثقل زمین کے مقابلے میں صرف ۱/۶ ہے جس کے باعث وہاں پہ چلنے کی کوشش کرنا اچھلنے یا پھدکنے کے مترادف بن جاتا ہے اور چال میں توازن نہیں پایا جاتا۔ پھر ہوائی کرہ کی غیر موجودگی کی بنا پر آکسیجن اور پانی وغیرہ بھی بالکل مفقود ہیں۔ لہٰذا وہاں پر حیوانات و نباتات کا وجود نہیں ہے اور ایک سناٹا چھایا ہوا ہے۔ بالفاظِ دیگر وہاں پر متاعٌ (سامان زندگی یا لوازم حیات) میسر نہیں ہے۔

پھر سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ کرہ قمر میں فضائی غلاف کے عدم وجود کے باعث شہاب ثاقب اور کائناتی شعاعوں سے براہ راست سابقہ پڑتا ہے جس کی وجہ سے بغیر کسی دفاعی خول کے ہر چیز کے پرخچے اڑ جاتے ہیں۔ اور ہم کرہ ارض پر اس کائناتی بمباری سے محض فضائی غلاف کے وجود کے باعث محفوظ ہیں جو ہمارے سروں پر ان گولیوں کو بے اثر کر دیتا ہے ورنہ ہمارا قیمہ بن جاتا۔ اب قرآن حکیم ان تمام حقائق کو کس خوبصورتی کے ساتھ محض دو الفاظ مستقرٌ و

متاع" میں سمیٹ دیتا ہے؛ اسی حقیقت کو ایک دوسرے اسلوب میں اس طرح بے نقاب کیا گیا ہے:

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ۚ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ۔

اور یقیناً ہم نے زمین کی پشت پر تمہارے قدم جمادئے ہیں اور تمہارے لیے اس میں (ہر قسم کے) ذرائع معاش رکھدئے ہیں (پھر بھی) تم بہت کم شکر گزار ہو۔ (اعراف ۱۰)

اس آیت کریمہ میں مستقر کی وضاحت تمکین سے اور متاع کی توضیح معائش سے کی گئی ہے۔ اور تمکین کے معنی ہیں: کسی چیز کو ٹھہرانا، قدم جمانا، اور قوت و اقتدار عطا کرنا وغیرہ۔ اور اس "تمکین فی الارض" میں کششِ ارض (CENTRE OF GRAVITY) اور فضائی کرہ کی کارفرمائی وغیرہ سب کچھ آجاتے ہیں۔ اسی طرح معائش میں ہوا، پانی، آکسیجن، پیڑ پودے، حیوانات اور دیگر ہر قسم کے لوازمات زندگی آجاتے ہیں جو انسانی زندگی کے لیے ضروری ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ان دو الفاظ میں اسرار و معارف کا ایک پورا باب سمو دیا گیا ہے۔

مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے، "اُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ" (مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے ہیں)، یعنی قرآن مجید، اور یہ حسب ذیل حیثیتوں سے جوامع الکلم ہے: (۱) تمام کتب سماویہ کی تعلیمات کا جامع (۲) قرآنی آیات کی حیثیت کلیات کی ہوتی ہے، اور ایک ایک آیت سے بے شمار فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں (۳) ایجاز و اختصار کے طور پر کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معانی و مطالب سمیٹ دتے گئے ہیں، گویا کہ اس میں اسرار و معارف کا ایک دریا موجزن ہے۔

اس لحاظ سے مذکورہ بالا آیات اس حدیث شریف کی صداقت و پیش گوئی کا بھی ایک حیرت انگیز اور دلکش نظارہ ہے۔ یہ ہے "قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ" (واضح و غیر پیچیدہ قرآن) اور "فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ" ہم نے قرآن کو تمہاری زبان میں آسان کر دیا ہے تاکہ لوگ (اس کے انوکھے مضامین کو دیکھ کر) چونک سکیں۔ کا ایک ناقابل فراموش مظاہرہ۔

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ۔ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۔

اور یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں بے شمار نشانیاں موجود ہیں۔ اور خود تمہاری ہستیوں میں بھی کیا وہ تم کو نظر نہیں آتیں ؟ (ذاریات : ۲۰ - ۲۱)

چاند قرب قیامت کا ناقابل فراموش نشان

تسخیر قمر کے باعث آج سب سے بڑا سبق اور حیرت انگیز عبرت جو نوع انسانی کو مل رہی ہے وہ قرب قیامت کا ایمان افروز آفاقی نظارہ ہے۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا زمین کی طرح چاند میں ہوائی غلاف یا شہاب ثاقب اور کائناتی شعاعوں کی بمباری سے حفاظت کا کوئی انتظام موجود نہیں ہے۔ اور یہ اللہ تعالےٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اُس نے ہمیں اس قسم کی ہلاکت خیزیوں سے محفوظ رکھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ خلاف فطرت اپنی مخلوقات پر انتہائی شفیق و مہربان ہے، کوئی ظالم و جابر یا قہار ہستی نہیں۔ اسی لیے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

ہر قسم کی تعریف کا مستحق اللہ ہے، جو (کرۂ ارض اور دیگر تمام) جہانوں کا رب ہے، نہایت مہربان اور رحم والا (سورۃ فاتحہ)

یہ ہیں "التذکیر بآلاء اللہ" (شاہ صاحبؒ) کے آفاقی جلوے اور ربوبیت و رحمانیت کے حیران کن نقش و نگار:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا ۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ ۔

اور تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا بھی چاہو تو شمار نہ کر سکو گے، یقیناً بڑا ستمگار اور بڑا ناشکرا ہے (جو ایسے انتہائی شفیق و مہربان رب سے منہ موڑتا ہے)

(ابراہیم : ۳۴)

بہرحال سائنسدانوں کا اندازہ ہے کہ چاند کی سطح پر جو ہزاروں گہرے غار، گڑھے اور شگاف وغیرہ ظاہر ہو چکے ہیں ــــ جن میں سے بعض کی گہرائی سیکڑوں میل ہے ان میں سے

اکثر شگاف مذکورہ بالا کائناتی بمباری کا نتیجہ ہیں۔ گویا کہ چاند مسلسل چاند ماری کی بدولت کٹتا پٹتا چلا جارہا ہے۔ ان غاروں اور شگافوں کی صحیح صحیح پیمائش اور گہرائی کا علم تو اسی وقت ہوسکے گا جبکہ انسان چاند پر پہونچ کر ہر ہر حیثیت سے اس کا جائزہ لے لے۔

چاند کا قطر (DIA METER) دو ہزار میل اور نصف قطر ایک ہزار میل ہے۔ اب غور فرمایئے کہ چاند کی سطح پر رونما ہونے والے ان شگافوں کی گہرائی اگر چاروں طرف سے کٹتے کٹتے ایک ہزار میل تک پہونچ جائے تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ صاف بات ہے کہ اس صورت میں چاند سنترہ کی قاشوں کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہوکر منتشر و پراگندہ ہوجائے گا۔ گویا کہ قیامت آجائیگی آیتِ ذیل میں اسی عظیم الشان واقعہ کی خبر دی گئی ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ وقت موعود آگیا (کیونکہ) چاند شق ہوگیا۔ (قمر: ۱-۲)

اس حیثیت سے بھی انسان کا چاند پر پہونچنا ضروری ہے تاکہ وہ اس کی سطح پر چاروں طرف رونما شدہ غاروں اور شگافوں کی نوعیت کی صحیح صحیح خبر دے کر پورے عالم انسانی کو بیدار کرسکے، اور نوعِ انسانی کو قیامت کا نظارہ عین الیقین اور حق الیقین کے طور پر ہوجائے۔ پھر کسی منکر و معاند کو قیامت کے بارے میں شک وشبہ کرنے یا اس کا انکار کرنے کی مجال باقی نہ رہ جائے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ۔ یہ قرآن سارے جہاں کے لیے (اسباق و بصائر سے بھرپور) تذکرہ ہے۔ جس کی (سچائی کی) خبر تم کو ایک عرصے کے بعد ضرور مل جائے گی۔ (ص۔ ۸۷-۸۸)

لہٰذا انسان کے چاند ستاروں پر پہونچ جانے سے اسلام یا قرآن پر کوئی حرف نہیں آتا بلکہ اس کے بیانات میں مزید نکھار پیدا ہوجاتا ہے، اس کا چہرہ اور زیادہ روشن ہوجاتا ہے اور اس کے دعوے اٹل اور لافانی صداقت کے روپ میں جلوہ گر ہوجاتے ہیں۔ گویا کہ انسان

چاند پر کیا جائے گا خود ہی ہر ہر حیثیت سے قرآنی بیانات پر مہر تصدیق ثبت کرے گا۔ کیونکہ یہ پوری کائنات محض بخت و اتفاق کے سہارے یا الل ٹپ نہیں بلکہ ایک حکیمانہ اسکیم اور منصوبہ بندی کے تحت پیدا کی گئی ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ۔ وَمَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ۔ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ۔

اور ہم نے زمین و آسمانوں اور ان دونوں کے درمیانی مظاہر کو کھیل کود میں نہیں پیدا کیا۔ بلکہ انہیں حکمت و مصلحت کے ساتھ پیدا کیا ہے مگر اکثر لوگ ان باتوں کو نہیں جانتے۔ یقیناً فیصلے کا دن ان تمام کا مقررہ وقت ہے جس دن کہ کوئی بھی دوست کسی دوسرے دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ان کی کوئی مدد کی جائے گی (دخان: ۳۸-۴۱)

کائنات کا اختتام ماہتابی سرزمین کی یہ داستانِ انتشار آج بطور ایک نمونہ و مثال ہمارے سامنے آرہی ہے۔ ورنہ ہو سکتا ہے اس قسم کے طبعی حالات دوسرے سیاروں پر بھی پائے جاتے ہوں۔ بالفاظ دیگر کائنات کے ہر ہر نظام شمسی میں اس قسم کے بہت سے سیارے پائے جاتے ہوں جو فضائی کرہ کے عدم وجود کے باعث یا کسی اور بنا پر مسلسل کٹتے پٹتے اپنے انجام و خاتمے کی گھڑیاں گن رہے ہوں۔ اس حیثیت سے قرآن حکیم کے حسب ذیل دعوے اپنی جگہ پر بڑے ہی بلیغ، دقیع، جاندار اور معنی خیز ہیں:

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ۔ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ۔

پس جب ستارے مٹا دئے جائیں گے اور آسمان پھاڑ دیا جائے گا۔ (مرسلات: ۸-۹)

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ۔ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ۔

جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب ستارے (یا سیارے) جھڑ پڑیں گے (انفطار: ۱-۲)

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ۔

جب سورج لپیٹ دیا جائے گا اور جب ستارے

وَاِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۔ پراگندہ ہو جائیں گے۔ (تکویر : ۱-۲)

گویا کہ پوری دنیا بلکہ پوری کائنات ایک عظیم ٹائم بم کے دہانے پر کھڑی ہے ۔ اور حسب ذیل آیت اسی رازِ نہاں کو منکشف کر رہی ہے :

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۔ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، یقیناً وقت موعود کا دھماکہ ایک زبردست چیز ہوگا (حج : ۱)

لفظ ساعۃ کے معنی وقت اور گھڑی کے ہیں۔ جب "ال" کے اضافے کے ساتھ "الساعۃ" کہا جائے گا تو اس کے معنی مقررہ وقت کے ہو جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے "زلزلۃ الساعۃ" (وقت موعود کا دھماکہ) سے صاف طور پر ذہن میں "ٹائم بم" کا تصور ابھر آتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ دھماکہ کس طرح ہوگا؟ پھر آیا ایک ہی دھماکہ ہوگا یا بہت سے دھماکے ہوں گے؟ تو اوپر کی آیات سے پتہ چلتا ہے کہ پوری کائنات میں متعدد دھماکے ہوں گے؟

اور سارے ستارے و سیارے (نجوم و کواکب) تتر بتر اور پراگندہ ہو جائیں گے۔ اب علم انسانی کی رو سے دیگر اجرام سماوی کا ٹھیک ٹھیک حال تو ہمارے سامنے موجود نہیں، ہاں چاند کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ باقی

العلم والعلماء

یہ جلیل القدر امام حدیث "علامہ ابن عبد البر" کی شہرۂ آفاق کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ" کا نہایت صاف اور شگفتہ ترجمہ ہے۔ علم اور فضیلت علم، اہل علم کی عظمت اور ان کی ذمہ داریوں کی تفصیل پر خالص محدثانہ نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے۔ موعظتوں اور نصیحتوں، علم اور اہل علم کے مرتبے اور ذمہ داریوں کے بیان میں یہ کتاب ایک عظیم الشان دفتر ہے۔ قیمت پانچ روپے پچاس پیسے

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶